95

دین کے حکموں کو خود مانو اور دوسروں سے منواؤ

(فرمودہ ۸؍ اکتوبر ۱۹۲۰ء)

حضور نے تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اسلام کے دو بڑے حصے ہوتے ہیں جن سے لوگ بالعموم ناواقف ہوتے ہیں (۱) اعتقاد (۲) اعمال۔ اعتقاد کے حصہ کی جب تک تکمیل نہ ہو۔ اس وقت تک اسلام مکمل نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح اعمال کے حصہ کی بھی جب تک تکمیل نہ ہو۔ ایمان تکمیل نہیں پاتا۔ پھر اعمال کے بھی دو حصے ہیں۔ اور اعتقاد کے بھی دو حصے ہیں۔ عقائد کے دو حصوں میں سے بھی ایک حصہ عمل میں چلا جاتا ہے۔ عقاید کے لیے صرف یہ کافی نہیں کہ انسان خود ایمان رکھے بلکہ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ دوسروں میں ان عقائد کو پھیلائے۔ گویا عقاید بھی اعمال میں آجاتے ہیں۔ تو اسلام کی تعلیم ہے کہ جس طرح صحیح عقائد کا ماننا ضروری ہے اسی طرح ان صحیح عقاید کا پھیلانا بھی ضروری ہے۔ ایک شخص خواہ کتنا ہی صحیح اور پختہ اعتقاد رکھے مگر اس صحیح اعتقاد کو پھیلاتے نہیں۔ وہ پکا مومن نہیں ہوسکتا۔

سب سے بڑے پکے مسلم اور مومن انبیاء ہوتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں ہوگا کہ وہ اپنی ذات تک ہی ان اعتقادات کو رکھیں اگر کوئی کہے کہ وہ تو مامور ہوتے تو اسکا پہلا جواب تو یہ ہے کہ چونکہ انبیاء اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں اس لیے تبلیغ کے کام کو ان کے سپرد کرنا اس کام کی اہمیت کو اور زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ اتنا اہم کام ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے لیے انبیاء مبعوث فرماتا ہے۔ دوسرے ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء کے جو حقیقی متبعین ہوتے ہیں۔ وہ انبیاء ہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ حالانکہ وہ مامور نہیں ہوتے۔

سب سے زیادہ حالات ہمیں صحابہ کے ملتے ہیں اور ان میں سے بعض کے یہاں تک اقوال ملتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں۔ اگر ہماری گردن پر تلوار ہو اور ہمیں آنحضرتؐ کا کوئی ایسا قول معلوم ہو۔ جو اوروں کو معلوم نہیں۔ تو قبل اسکے کہ تلوار ہماری گردن جدا کرے۔ ہم اس کو لوگوں تک پہنچا دینگے[1] تو وہ بھی اپنے

---

[1] بخاری کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل

اعتقاد کو پھیلانا ضروری سمجھتے ہیں۔

دوسرا حصہ اعمال کا ہے۔ آگے اس کے بھی دو حصے ہیں۔ اول خود عمل کرنا (۲) دوسروں سے عمل کرانا۔ جس طرح خود کئے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اسی طرح دوسروں سے عمل کراتے بغیر بھی مکمل نہیں ہوتا۔ جو خود نماز پڑھتا ہے مگر دوسروں کو دیکھتا ہے کہ نماز نہیں پڑھتے۔ خود حج کرتا ہے مگر دیکھتا ہے کہ لوگ ہیں جو استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے۔ مالدار ہے خود زکوٰۃ دیتا ہے مگر دیکھتا ہے لوگ مالدار ہو کر زکوٰۃ نہیں دیتے اور یہ انکو نیک کاموں کے کرنے کی تحریک نہیں کرتا اور انکو ترغیب نہیں دیتا۔ تو پکا مومن نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ خدا نے مومن کے دو فرض رکھے ہیں۔ پہلا فرض تو یہ ہے کہ خود مانو اور دوسرا یہ ہے کہ دوسروں سے منواؤ۔ اسی طرح یہ کہ نیک اعمال خود کرو اور دوسروں کو تحریک کرو کہ وہ بھی کریں۔ اگر پہلا فرض پورا کرنا ضروری ہے تو دوسرا بھی ضروری ہے کیوں جہاں یہ حکم ہے کہ خدا کو ایک مانو۔ وہاں یہ بھی حکم ہے کہ دوسروں سے ایک منواؤ۔ اسی طرح رسولوں کو مانو اور منواؤ اور ملائکہ کو مانو اور منواؤ۔ حشر نشر کو مانو اور منواؤ۔ دعوۃ الی الخیر کرو۔ اور دوسروں سے کراؤ۔ بداخلاقی چھوڑو اور دوسروں سے چھڑواؤ۔ شرک خود نہ کرو۔ اور دوسروں کو اس سے روکو۔ لیکن اگر خود احکام کی تعمیل کروگے۔ اور دوسروں سے تعمیل نہیں کراؤگے۔ تو قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خود تعمیل احکام الہٰی کرتے ہیں۔ مگر دوسروں سے نہیں کراتے۔ وہ عذاب الہٰی سے نہیں بچ سکتے۔

پس یہ کوئی وجہ نہیں کہ کہدیا جاتے۔ ہم خود مانتے ہیں۔ دوسروں سے کیا منوائیں نہیں جس طرح خود ماننا اور تعمیل کرنا فرض ہے۔ اسی طرح دوسروں سے منوانا اور تعمیل کرانے کا بھی حکم ہے۔ اگر کوئی ایک حکم کو توڑتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ کل دوسرے کو بھی توڑ دے۔ آج ایک حکم چھوڑا۔ کل دوسرے کو چھوڑ دے۔ اور کہدے کہ میں اعتقاد رکھتا ہوں۔ اعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ یا خدا رسول ملائکہ کو مانتا ہوں۔ کُتب کو نہیں مانتا۔ یا فرشتوں کو مان لے اور کہے کہ رسولوں کو ماننے کی کیا ضرورت ہے خُدا پر ایمان رکھتا ہوں یا اسی طرح خدا کا بھی انکار کردے۔ یا اعمال میں کہدے روزے نہیں رکھے جاسکتے زکوٰۃ باوجود فرض ہونے کے نہیں دی جاسکتی۔ یا کسی کو نماز بوجھل معلوم ہو تو اس کو ترک کردے۔ دراصل شریعت نے جس قدر احکام دیئے ہیں ان سب کا انسان مکلف ہے۔ اس کی ذمہ واری ہے کہ ان کو پورا کرے۔

قرآن کریم جہاں امر بالمعروف کا حکم دیتا ہے۔ وہاں یہ نہیں کہتا کہ کرو یا نہ کرو۔ بلا استثناء کے سب کو کہتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو۔ پھر فرماتا ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ ۵: ۳) کہ نیکی اور تقویٰ میں تعاون یعنی ایک دوسرے کی مدد کرو۔ یہ نہیں فرمایا کہ تقسیم کرلو۔ کوئی

کرے کوئی نہ کرے۔ بلکہ سب کو حکم ہے کہ اپنے اعتقاداتِ صحیحہ کی اشاعت کرو اور اعمال حسنہ کا حکم دو۔ لیکن بہت ہیں۔ جو خود تو کرتے ہیں۔ مگر دوسروں کو شریعت کے احکام کی پابندی کی طرف توجہ نہیں دلاتے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ بہت ہیں جو سرے سے خود بھی عمل نہیں کرتے، لیکن خدا کے فضل سے ہم میں یہ بات نہیں۔ ہم میں خود عمل کرنے والے تو بہت ہیں اور بکثرت ہیں، لیکن اگر دیکھا جاتے کہ دوسروں سے کہاں تک عمل کراتے ہیں تو اس میں ہم میں کسی قدر کمی نظر آئیگی۔ ہماری انجمنوں میں اس پر تو زور دیا جاتا ہے کہ چندہ باقاعدہ دو۔ مگر اس کی طرف سے غفلت کی جاتی ہے کہ کوئی شخص نماز باجماعت بھی پڑھتا ہے کہ نہیں۔ روزوں کا پابند ہے کہ نہیں۔ لوگ ایک پہلو پر زور دیتے ہیں اور دوسرے کو ترک کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایک پہلو پر زور دینے سے کبھی عمارت مکمل نہیں ہوسکتی۔ عمارت اسی وقت مکمل ہوگی جب اس کے ضروری حصے تیار ہو جائیں گے۔ یعنی یہ تو ہوسکتا ہے کہ پلستر نہ ہو پھول پتوں اور قلعی کے بغیر تو ایک حد تک مکان مکمل ہوسکتا ہے۔ مگر اس صورت میں مکان کبھی مکمل نہیں ہوسکتا کہ چھت نہ ہو یا کوئی دیوار نہ ہو۔ یا پانی اور ہوا اور روشنی کا رستہ نہ ہو اسی طرح ایمان اور اسلام کی تکمیل کے لیے اعتقاد اور عمل کے تمام ضروری حصے مکمل ہونے چاہئیں۔

پس جہاں خود عمل کرو۔ دوسروں سے عمل کراؤ، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ تم دوسروں کے عیب تلاش کرو۔ جب تم دیکھو کہ کوئی شخص شعار اسلام ترک کر رہا ہے۔ تو اس کو پابند بناؤ۔ یہ مطلب نہیں کہ تم چوری چوری لوگوں کے پیچھے لگے پھرو۔ اور ان کے عیب ڈھونڈو بلکہ یہ ہے کہ وہ غلطیاں جو ظاہر اور علی الاعلان ہوتی ہیں ان کی نگہداشت کرو۔ اگر کوئی پوشیدہ عیب کرتا ہے تو اس کی تلاش ضروری نہیں۔ مگر جہاں اعلان اور اظہار کے ساتھ کوئی غلطی ہو۔ اس کی اصلاح ضروری ہے۔ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ وہ اگر دیکھیں کہ کوئی شخص باجماعت نماز نہیں پڑھتا۔ تو اس کو سمجھائیں اور اس کو آمادہ کریں کہ باجماعت نماز پڑھے اگر کسی شخص نے اس باجماعت نماز نہ پڑھنے والے کو کچھ نہ کہا۔ تو اگرچہ وہ آج ایک ہی ہے لیکن آئندہ بہت سے باجماعت نماز پڑھنا ترک کر دینگے۔ کیونکہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ یا ایک شخص موٹا تازہ ہٹا کٹا ہے اور بازار میں کھاتا پھرتا ہے۔ روزہ بلا عذر نہیں رکھتا۔ اگر اس کو نہ روکا جاتے تو اور لوگ بھی سست ہو جائیں گے اور روزہ چھوڑ بیٹھیں گے۔

انسان کی عادت ہے کہ جدھر لوگوں کو چلتے دیکھتا ہے اُدھر ہی چلنے لگتا ہے۔ فطرت شناسوں نے انسان کی اس عادت پر غور کیا اور اس کا ایک اصطلاحی نام رکھ دیا ہے۔ چنانچہ انگریزی میں اس کو (Herdinstinct) کہتے ہیں۔ چونکہ یہ علوم انگریزی میں ہیں۔ اس لیے انگریزی میں

اس کی اصطلاحیں ہیں۔ اس کا صحیح ترجمہ "بھیڑ چال" ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہماری زبان والوں نے بھی اس بات پر غور کیا تھا۔ مگر جہاں اور علوم گم ہوئے یہ بھی گم ہو گیا۔ اور اب یہ لفظ کچھ زیادہ اچھے معنوں میں نہ رہا۔ تو بھیڑ چال کا اثر ہوتا ہے۔ جب مجالس وغیرہ میں دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص تارک شعائر ہے۔ تو دوسرے بھی ترک کر دیتے ہیں پس ضروری ہے کہ شعائر اسلام کے جو لوگ تارک ہوں۔ ان کی نگہداشت کی جائے۔ اور ان کو پابند بنایا جائے۔

میرے نزدیک ایک فاسق فاجر سے اتنا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ جتنا اس شخص سے پہنچتا ہے۔ جو نماز کا تارک ہے۔ کیونکہ وہ ہزار فاسق جو گناہ کرتا ہے۔ وہ چھپ کر اور پوشیدہ کرتا ہے۔ اور یہ ایسا گناہ کرتا ہے۔ جو ظاہر ہے۔ اس لیے وہ ہزار ہو کر ایک ہے۔ اور یہ ایک ہو کر ہزار کے برابر ہے۔ کیونکہ اس کا فعل پبلک کے سامنے ہے۔ اور اس ہزار کا پوشیدہ ہے۔ فسق و فجور اپنی ذات میں خواہ کتنا ہی خطرناک گناہ ہو۔ مگر اس کا اثر بنی نوع پر اتنا نہیں پڑتا۔ جتنا ایک ایسے شخص کا جو ظاہر میں نماز کا تارک ہو یا روزہ نہ رکھتا ہو۔ تو ایمان کی تکمیل کے لیے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ انسان خود بھی احکام شریعت پر عمل کرے اور دوسروں سے بھی کرائے۔ مگر افسوس ہے کہ ادھر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔

غور کا مقام ہے کہ بڑھاپا ایک دن میں نہیں آیا کرتا۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ آج میں اتنا بوڑھا ہو گیا اور کل اتنا تھا۔ بلکہ ایک خاص وقت پر کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بوڑھا ہو گیا۔ حالانکہ دیر سے بوڑھا ہو رہا تھا۔ اسی طرح کوئی شخص ایک دن میں عالم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ آہستہ آہستہ علم میں ترقی کرتا ہے اور جس قدر ایک ایک منٹ میں ترقی ہوتی ہے۔ اس کو کوئی شخص نہیں جانتا۔ نہ بتا سکتا ہے۔ مگر ایک وقت آتا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص عالم ہے۔ پس ترقیاں اور تنزل ایک ہی وقت میں نہیں آیا کرتے۔ بلکہ آہستہ آہستہ آتے ہیں اور ان کے مجموعہ کا نام ترقی یا تنزل رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح قوموں کا عروج یا بربادی ہوتی ہے۔ ایک دم میں آسمان زمین نہیں بدل جایا کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ایک سو میں سے ایک سو ہی مسلمان نماز پڑھنے والے تھے۔ مگر بعض لوگ سست تھے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے رحیم شخص نے فرمایا تھا کہ جو لوگ نماز میں شامل نہیں ہوتے۔ میرا دل چاہتا ہے۔ کہ لکڑیاں لے جاؤں اور ان کے گھر کو آگ لگا دوں۔ کہ وہ اندر ہی جل کر مر جائیں[1]۔ سننے والوں میں سے بعض نے اس کی قدر کی۔ اور بعض نے نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سست لوگوں کی اور تعداد

---

[1] بخاری و مسلم بروایت مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ فی المساجد

بڑھی۔ پہلے مثلاً ہزار میں سے ایک سُست تھا۔ تو پھر چار پانچ ہو گئے۔ پھر بیس تیس سال میں سو میں سے ایک نماز کا تارک ہو گیا چونکہ کثرت نمازیوں کی تھی۔ اس لیے ایسے لوگوں کو ہمیشہ حقارت سے دیکھا گیا اور کہا گیا کہ یہ کیا کریں گے مگر اس کا وہی اثر پڑا جو اس کے مقابلہ میں غارِ حرا سے نکلنے والے کی اکیلی آواز نے نمازی بنانے کے لیے ڈالا تھا جس طرح غارِ حرا سے نکلنے والا دراصل ایک نہ تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ ملائکہ کی نورانی افواج تھیں۔ اسی طرح اس کے مقابلہ میں جو تھا وہ بھی اکیلا نہ تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ بھی شیطانی اور ابلیسی ذریت تھی۔ اور ظلماتی فوجیں اس کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ آج اس ظلماتی آواز کا یہ اثر پڑا۔ کہ مسلمان ۹۹۹ ایسے ہیں جو نماز سے بے پروا ہیں۔ چونکہ اس وقت تعاون علی البر پر عمل نہ کیا جس شخص نے سُستی کی۔ اس کی سُستی دُور کرنے کی کوشش نہ کی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج بے نمازیوں کی کثرت ہو گئی۔

اسی طرح بد دیانتی پیدا ہوئی۔ یاد رکھو بد دیانتی پیدا ہونے کا پہلا قدم اپنے حقوق کی نگرانی ہوتی ہے۔ دیانت اور امانت کے لیے حقوق کی نگرانی کی بجائے قربانی کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ حقوق کی حدود و تعریف وسیع ہے اور چونکہ ہر ایک کا کام نہیں ہے کہ اپنے حقوق کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔ اس لیے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے کرتے ایسی باتوں کا بھی مطالبہ کرنا شروع کر دیتے ہیں جن کا انھیں حق نہیں ہوتا۔ تو اس طرح بد دیانتی کی طرف چلے جاتے ہیں۔

پس وہ باتیں جو خلاف اسلام ہیں۔ اگر ان کا علی الاعلان ارتکاب ہوتا دیکھو تو منع کرو اور تمہارے لیے ضروری ہے کہ ایسے موقع پر تعاون علی البر سے کام لو۔ جن قوموں نے اس کو چھوڑا۔ وہ تباہ ہو گئیں۔ میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اگر کسی کو نماز میں سُست دیکھیں تو اس کو چُست بنائیں۔ اور اگر کسی میں اور کوئی ایسی غلطی جو ظاہر میں نظر آتی ہو۔ دیکھیں۔ تو اس کو رفع کرنے کی کوشش کریں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگوں کے عیب تلاش کرنے کے پیچھے لگ جائیں پس دوسروں کی اصلاح کا خیال رکھنا ایک نہایت ضروری امر ہے۔ تم اس کو خوب اچھی طرح یاد رکھو۔ ورنہ تم سے بھی وہ چیز جو تمہیں ملی ہے چھن جائیگی۔ جبکہ پہلوں سے جو تم سے زیادہ قوت ور اور طاقتور ہاتھ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے چھن گئی۔ جس طرح ایمان پہلوں سے گم ہو کر ثریا پر چلا گیا تھا۔ اب بھی جا سکتا ہے۔ اور روشنی کی بجائے اندھیرا آ سکتا ہے۔ وہ لوگ جو پہلے تھے۔ انھوں نے ایک ہزار سال تک اسلام کی شان دکھائی وہ ہزار سال تک اسلام کو سنبھالے بیٹھے رہے، مگر ابھی تم پر تو چالیس سال ہی گذرے ہیں۔ تمہیں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ کسی نے کہا ہے ؎

پھول تو اپنی بہار دلفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

پہلوں پر افسوس کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ہاتھ ڈھیلے کر دیئے اور اسلام اُن سے چھن گیا مگر میں کہتا ہوں کہ وہ تو ہزار سال تک اسلام کو لیے رہے ہیں ہمیں تو ابھی پچاس سال بھی نہیں ہوتے۔ پس ہمیں ہوشیار رہنا چاہیئے اور پہلوں کی جن کمزوریوں کا ہمیں علم ہے وہ تو اپنے اندر نہ پیدا ہونے دینی چاہئیں۔ حالانکہ دانا وہ ہوتا ہے۔ جو ان سوراخوں کو بھی بند کرنے کی کوشش کرتا ہے جن سے اُسے نقصان نہیں پہنچا ہوتا۔

پس ضروری ہے کہ اپنی فکر کے ساتھ ہمسایہ کی بھی فکر کرو اور شہر کی فکر کرو۔ ملک کی فکر کرو اور ساری دُنیا کی فکر کرو۔ اگر کوئی نماز میں سُست ہے تو اس کو چُست کرو۔ زکوٰۃ نہیں دیتا تو اس کو دینے کے لیے کہو۔ حج ذی استطاعت ہو کر نہیں کرتا۔ تو اس کو حج کرنے کے لیے تحریک کرو۔ کسی میں اخلاق کی کمزوری ہے۔ وہ دُور کرو۔ کسی میں غیبت کا مرض ہے۔ اس کو دُور کرو۔ کوئی دینی احکام کی نافرمانی اور ہنسی کرتا ہے۔ اس کو روکو۔ ان سب باتوں کی نگرانی ضروری ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ وہ ایمان اور اخلاص جو حضرت صاحب پیدا کرنا چاہتے تھے وہ ہمارے نوجوانوں میں نہیں۔ اکثر نوجوانوں سے اگر کسی کام کے لیے کہا جاتے۔ تو کہا جاتا ہے۔ پیسہ لاؤ۔ مگر اکثر بوڑھوں میں یہ بات نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معمر لوگوں نے اپنے آپ کو نوجوانوں سے علیحدہ کر لیا۔ اور انہیں ان کی غلطیوں سے آگاہ نہ کیا۔ یہ ان سے غلطی ہوئی۔ چاہیئے یہ کہ وہ لوگ جو قربانی اور ایثار کی رُوح اپنے اندر رکھتے ہیں۔ شریعت کے احکام پر پوری پابندی کے ساتھ چلتے ہیں۔ وہ نوجوانوں سے ملیں اور ان کو اپنے ساتھ ملنے کی تحریک کریں۔ تاکہ ان نوجوانوں میں بھی وہ روح پیدا ہو جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ ورنہ اگر وہ اسی طرح علیحدہ رہے تو اندیشہ ہے کہ ان کے بعد ان کی اولادیں خدا کی محبت نہ رہے گی۔ یہ بھی ایک بہت افسوسناک بات ہوگی۔ مگر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اولاد سے زیادہ خدا کی محبت کرنے والے دُنیا میں نہ رہیں گے۔ ہماری خوشی تو اس میں ہونی چاہیئے کہ خدا سے محبت کرنے والے دُنیا میں بڑھیں۔ اور اس کے دین اور شعائر کے پابند زیادہ ہوں۔ جس طرح خدا غیر فانی ہے۔ اس کے ساتھ محبت کرنے والے بھی غیر فانی ہونے چاہئیں۔ پس اپنے آپ پر خدا کی محبت کو ختم نہ کرو کہ تمہارے آنکھیں بند کرتے ہی تمہارے گھر میں خدا کا نام لینے والا کوئی نہ رہے۔ بلکہ یہ ہو کہ جب ہم مریں تو ہماری اولادیں اس بات کو قائم رکھیں۔ پھر ان کی اولادیں پھر ان کی اولادیں۔ پھر

ان کی اولادیں۔ جہاں تک کہ یہ سلسلہ چل سکتا ہو۔

پس یہ ضروری ہے کہ نیکی کے کام خود کئے جائیں اور دوسروں سے کرائے جائیں۔ یہ بہت بڑا فرض ہے۔ اور جماعت کو اس طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین ؎

(الفضل ۱۴؍اکتوبر ۱۹۲۰ء)